# چوتھی[1] کا جوڑا

سہ دری کے چوکے[2] پر آج پھر صاف ستھری جازم بچھی تھی - ٹوٹی پھوٹی کھپریل کی جھرّیوں میں سے دھوپ کے آڑے ترچھے قتلے پورے دالان میں بکھرے ہوئے تھے - محلّے ٹولے کی عورتیں خاموش اور سہمی ہوئی سی بیٹھی ہوئی تھیں جیسے کوئی بڑی واردات ہونے والی ہو - ماؤں نے بچّے چھاتیوں سے لگا لئے تھے - کبھی کبھی کوئی منحنی سا چڑچڑا بچّہ رسد کی کمی کی دہائی دیکر چلّا اٹھتا -

"نائیں[3] نائیں میرے لال" دبلی پتلی ماں اسے اپنے گھٹنے پر لٹا کر یوں ہلاتی جیسے دھان ملے چاول سوپ میں پھٹک رہی ہو ، اور بچّہ ہنکارے بھر کر خاموش ہو جاتا۔

آج کتنی آس بھری نگاہیں کبریٰ کی ماں[4] کے متفکّر چہرے کو تک رہی تھیں - چھوٹے عرض کی ٹول کے دو پاٹ تو جوڑ لئے گئے تھے ، مگر ابھی سفید گزی کا نشان بیونتنے کی کسی کو ہمّت نہ پڑی تھی - کاٹ چھانٹ کے معاملے میں کبریٰ کی ماں کا مرتبہ بہت اونچا تھا - ان کے سوکھے سوکھے ہاتھوں نے نہ جانے[5] کتنے جہیز سنوارے تھے ، کتنے چھٹی[6] چھوچھک تیّار کئے تھے اور کتنے ہی کفن بیونتے تھے - جہاں کہیں محلّے میں کپڑا کم پڑ جاتا اور لاکھ جتن پر[7] بھی بیونت نہ بیٹھتی[8] کبریٰ کی ماں کے پاس کیس[9] لایا جاتا - کبریٰ کی ماں کپڑے کی کان[10] نکالتیں ، کلف توڑتیں[11] ، کبھی تکون بناتیں کبھی چوکھنٹا کرتیں اور دل ہی دل میں[12] قینچی چلا کر آنکھوں سے ناپ تول کر مسکرا پڑتیں -

"آستین اور گھیر تو نکل آئیگا[13] ، گریبان کے لئے کترن میری بقچی سے لے لو -"

اور مشکل آسان ہو جاتی[14] - کپڑا تراش کر وہ کترنوں کی پنڈی بنا کر پکڑا دیتیں -

پر آج تو سفید گزی کا ٹکڑا بہت ہی چھوٹا تھا - اور سب کو یقین تھا کہ آج تو کبریٰ کی ماں کی ناپ تول ہار جائے گی ، جب ہی تو[15] سب دم سادھے انکا منھ تک رہی تھیں کبریٰ کی ماں کے پراستقلال چہرے پر فکر کی کوئی شکن نہ تھی - چار گرہ گزی کے ٹکڑے کو وہ نگاہوں سے بیونت رہی تھیں - لال ٹول کا عکس ان کے نیلگوں[16] زرد چہرے پر شفق کی طرح پھوٹ رہا تھا[17]- وہ اداس اداس گہری جھرّیاں اندھیری گپھاؤں کی طرح ایک دم اجاگر ہو گئیں ، جیسے گھنے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی ہو اور انھوں نے مسکرا کر قینچی اٹھا لی -

محلّہ والیوں کے جمگھٹے سے ایک لمبی اطمینان کی سانس ابھری - گود[18] کے بچّے زمین پر ٹھسک دئیے گئے[19]- چیل جیسی[20] نگاہوں والی کنواریوں نے لپا جھپ سوئی کے ناکوں میں ڈورے پروئے[21]- نئی بیاہی دلہنوں نے انگشتانے پہن لئے - کبریٰ کی ماں کی قینچی چل پڑی تھی -

سہ دری کے آخری کونے میں پلنگڑی پر حمیدہ پیر لٹکائے ، ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے دور کچھ سوچ رہی تھی -

دوپہر کا کھانا نمٹاکر اسی طرح بی امّاں[22] سہ دری کی چوکی پر جا بیٹھتیں اور بقچی کھول کر رنگ برنگے کپڑوں کا جال بکھیر دیا کرتیں - کونڈی کے پاس بیٹھی برتن مانجتی ہوئی کبریٰ کن انکھیوں سے ان لال کپڑوں[23] کو دیکھتی تو ایک سرخ چھپکلی سی اس کے زردی مائل[24] مٹیالے رنگ میں لپک اٹھتی - روپہلی کٹوریوں کے جال[25] جب پولے پولے ہاتھوں سے کھول کر اپنے زانووؑں پر پھیلاتیں تو ان کا مرجھایا ہوا چہرہ ایک عجیب ارمان بھری روشنی سے جگمگا اٹھتا - گہری خندقوں جیسی شکنوں پر کٹوریوں کا عکس ننّھی ننّھی مشعلوں کی طرح جگمگانے لگتا - ہر ٹانکے پر زری کا کام[26] ہلتا اور مشعلیں کپکپا اٹھتیں -

یاد نہیں کب اس شبنمی دوپٹے کے بنے ٹکے تیار ہوئے اور لکڑی کے بھاری قبر جیسے صندوق کی تہ میں ڈوب گئے - کٹوریوں کے جال دھندلا گئے - گنگا جمنی کرنیں ماند پڑ گئیں - طوئی کے لچّھے اداس ہو گئے - مگر کبریٰ کی بارات نہ آئی - جب

ایک جوڑا[27] پرانا ہو جاتا تو اسے چالے[28] کا جوڑا کہکر سینت دیا جاتا ، اور پھر ایک نئے جوڑے کے ساتھ نئی امیدوں کا افتتاح ہو جاتا - بڑی چھان بین کے بعد نئی اطلس چھانٹی جاتی - سہ دری کے چوکے پر صاف ستھری جازم بچھتی - محلّہ کی عورتیں ھاتھ میں پاندان اور بغلوں میں بچّے دبائے[29] جھانجھیں بجاتی آن پہونچتیں -

"چھوٹے[30] کپڑے کی گونٹ تو اتر آئے[31] گی ، پر بچیوں کا کپڑا نہ نکلے گا[32] -"

" لو بوا[33] - لو اور سنو - تو کیا نگوڑی ماری[34] ٹول کی چولیں[35] پڑیں گی " اور پھر سب کے چہرے فکرمند ہو جاتے - کبریٰ کی ماں خاموش کیمیاگر کی طرح آنکھوں کے فیتے سے طول وعرض ناپتیں ، اور بیویاں[36] آپس میں چھوٹے کپڑے کے متعلّق کھسر پھسر کرکے قہقہہ لگاتیں[37] - ایسے میں کوئی من چلی کوئی سہاگ یا بنّا چھیڑ دیتی ، کوئی اور چار ھاتھ[38] آگے والی خیالی سمدھنوں[39] کو گالیاں سنانے لگتی - بیہودہ گندے مذاق اور چہلیں شروع ہو جاتیں - ایسے موقعوں پر کنواری بالیوں کو سہ دری سے دور سر ڈھانک کر[40] کھپریل میں بیٹھنے کا حکم دے دیا جاتا - اور جب کوئی نیا قہقہہ سہ دری سے ابھرتا تو بےچاریاں ایک ٹھنڈی سانس[41] بھر کر رہ جاتیں - اللّٰہ یہ قہقہے انہیں خود کب نصیب ہونگے -

اس چھل پھل سے دور کبریٰ شرم کی ماری[42] مچّھروں والی کوٹھری میں سر جھکائے بیٹھی رہتی - اتنے میں کتربیونت نہایت نازک مرحلے پر پہنچ جاتی - کوئی کلی الٹی کٹ جاتی اور اسکے ساتھ بیویوں کی مت بھی کٹ جاتی[43] - کبریٰ سہم کر دروازے کی آڑ سے جھانکتی -

یہی تو مشکل تھی - کوئی جوڑا اللّٰہ مارا[44] چین سے نہ سلنے پایا - جو کلی الٹی کٹ جائے تو جان لو نائن[45] کی لگائی ہوئی بات میں ضرور کوئی اڑنگا لگے گا - یا تو دولہ کی کوئی داشتہ نکل آئیگی یا اسکی ماں ٹھوس کڑوں کا اڑنگا باندھے گی[46] - جو گوٹ میں کان آجائے[47] تو سمجھ لو یا تو مہر پر بات ٹوٹے گی یا بھرت کے پایوں کے پلنگ[48] پر جھگڑا ہو گا - چوتھی کے جوڑے کا شگون بڑا نازک ہوتا ھے - بی امّاں کی ساری

مشّاقی اور سگھڑاپا دھرا رہ جاتا[49] - نہ جانے عین وقت پر کیا ہو جاتا کہ دھنیا[50] برابر بات طول پکڑ جاتی - بسم اللّٰہ کے روز سے سگھڑ ماں نے جہیز جوڑنا شروع کردیا تھا - ذرا سی کتر بھی بچی تو تیلےدانی یا شیشی کا غلاف سی کر دھنک گوکھرو سے سنوار کر رکھ دیتیں - لڑکی کا کیا ہے[51] ، کھیرے ککڑی کی طرح بڑھتی ہے[52] - جو برات آگئی تو یہی سلیقہ کام آئے گا -

اور جب ابّا گزرے سلیقہ کا بھی دم پھول گیا[53] - حمیدہ کو ایکدم اپنے ابّا یاد آگئے - ابّا کتنے دبلے پتلے لمبے جیسے محرّم[54] کا علم[55] - ایک بار جھک جاتے تو سیدھے کھڑا ہونا دشوار تھا - صبح ہی صبح اٹھ کر نیم کی مسواک[56] توڑ لیتے اور حمیدہ کو گھٹنے پر بٹھا کر نہ جانے کیا سوچا کرتے - پھر سوچتے سوچتے نیم کی مسواک کا کوئی پھونسڑا حلق میں چلا جاتا اور وہ کھانستے ہی چلے جاتے - حمیدہ بگڑ کر ان کی گود سے اتر آتی - کھانسی کے دھکّوں سے یوں ہل ہل جانا[57] اسے قطعی پسند نہ تھا - اس کے ننّھے سے غصّے پر وہ اور ہنستے اور کھانسی سینہ میں بے طرح الجھتی - جیسے گردن کٹے کبوتر پھڑپھڑا رہے ہوں - پھر بی امّاں آکر انہیں سہارا دیتیں - پیٹھ پر دھپ دھپ ہاتھ مارتیں[58] - "توبہ[59] ہے ، ایسی بھی کیا ہنسی"

اچّھو کے دباؤ سے سرخ آنکھیں اوپر اٹھا کر ابّا بے کسی سے مسکراتے - کھانسی تو رک جاتی مگر وہ دیر تک بیٹھے ہانپا کرتے -

"کچھ دوا دارو کیوں نہیں کرتے - کتنی بار کہا تم سے -"

"بڑے شفاخانے[60] کا ڈاکٹر کہتا ہے سوئیاں[61] لگواؤ - اور روز تین پاؤ دودھ اور آدھی چھٹانک مکّھن -"

"اے خاک پڑے ان ڈاکٹروں کی صورت پر[62] - بھلا ایک تو کھانسی ، اوپر سے چکنائی[63] ، بلغم نہ پیدا کردے گی ؟ حکیم[64] کو دکھاؤ کسی -"

"دکھاؤنگا -" ابّا حقّہ گڑگڑاتے[65] اور پھر اچّھو لگتا -

"آگ لگے اس موئے حقّے کو[66] - اسی نے تو یہ کھانسی لگائی ہے - جوان بیٹی

کی طرف بھی دیکھتے ہو آنکھ اٹھا کر[67]۔"

اور ابّا کبریٰ کی جوانی کی طرف رحم طلب نگاہوں سے[68] دیکھتے ۔ کبریٰ جوان تھی۔ کون کہتا تھا جوان تھی ۔ وہ تو جیسے بسم اللّٰہ کے دن[69] ہی سے اپنی جوانی کی آمد کی سناؤنی سن کر ٹھٹھک کر رہ گئی تھی[70]۔ نہ جانے کیسی جوانی آئی تھی کہ نہ تو اسکی آنکھوں میں پریاں ناچیں ، نہ اس کے رخساروں پر زلفیں پریشان ہوئیں ، نہ اس کے سینے پر طوفان اٹھے اور نہ کبھی اس نے ساون بھادوں کی گھٹاؤں سے مچل مچل کر پریتم یا ساجن مانگے[71]۔ وہ جھکی جھکی سہمی سہمی جوانی جو نہ جانے کب دبے پاؤں اس پر رینگ آئی ، ویسے ہی چپ چاپ نہ جانے کدھر چل دی ۔ میٹھا برس[72] نمکین ہوا اور پھر کڑوا ہو گیا ۔

ابّا ایک دن چوکھٹ پر اوندھے منھ[73] گرے ، اور انہیں اٹھانے کے لئے کسی حکیم یا ڈاکٹر کا نسخہ نہ آسکا ۔

اور حمیدہ نے میٹھی روٹی کے لئے ضد کرنی چھوڑ دی ۔

اور کبریٰ کے پیغام[74] نہ جانے کدھر راستہ بھول گئے ۔ جانو کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اس ٹاٹ کے پردے کے پیچھے کسی کی جوانی آخری سسکیاں لے رہی ہے ، اور ایک نئی جوانی سانپ کے پھن کی طرح اٹھ رہی ہے ۔

مگر بی امّاں کا دستور نہ ٹوٹا ۔ وہ اسی طرح روز دوپہر کو سہ دری میں رنگ برنگے کپڑے پھیلا کر گڑیوں کا کھیل کھیلا کرتیں ۔

کہیں نہ کہیں سے جوڑ جمع کر کے شبرات[75] کے مہینے میں کریپ[76] کا دوپٹہ ساڑھے سات روپیے میں خرید ہی ڈالا ۔ بات ہی ایسی تھی کہ بغیر خریدے[77] گزارہ[78] نہ تھا ۔ منجھلے ماموں[81] کا تار آیا کہ انکا بڑا لڑکا راحت پولیس کی ٹریننگ[80] کے سلسلے میں[79] آ رہا ہے ۔ بی امّاں کو تو بس جیسے اک دم گھبراہٹ کا دورہ پڑ گیا ۔ جانو راحت نہیں چوکھٹ[83] پر برات آن کھڑی[82] ہوئی ہو اور انھوں نے ابھی دلھن کی مانگ کی افشاں بھی نہیں کتری ۔ ہول سے انکے تو چھکّے[84] چھوٹ گئے ۔ جھٹ اپنی منھ بولی بہن بندو کی

ماں کو بلا بھیجا کہ ۔

"بہن میرا مری کا منھ دیکھو جو اسی گھڑی نہ آؤ[85] ۔"

اور پھر دونوں میں کھسر پھسر ہوئی ۔ بیچ میں ایک نظر دونوں کبریٰ پر بھی ڈال لیتیں جو دالان میں بیٹھی چاول پھٹک رہی تھی ۔ وہ اس کاناپھوسی کی زبان کو اچّھی طرح سمجھتی تھی ۔

اسی وقت بی امّاں نے کانوں کی چار ماشہ کی لونگیں اتار کر منھ بولی بہن کے حوالے کیں کہ جیسے تیسے کر کے شام تک تولہ بھر گوکھرو چھ ماشہ سلمہ تارا اور پاؤ گز نیفے کے لئے ٹول لادیں ۔ باہر کی طرف والا کمرہ جھاڑ پونچھ کر تیّار کیا ۔ تھوڑا سا چونا منگا کر کبریٰ نے اپنے ہاتھوں سے کمرہ پوت ڈالا ۔ کمرہ تو چٹّا ہو گیا مگر اس کی ہتھیلیوں کی کھال اڑ گئی[86] اور جب وہ شام کو مسالہ پیسنے بیٹھی تو چکّر کھا کر دوہری ہو گئی ۔ ساری رات کروٹیں بدلتے[87] گزری ۔ ایک تو ہتھیلیوں کی وجہ سے ، دوسرے صبح کی گاڑی سے راحت آرہے تھے ۔

"اللہ ! میرے اللہ میاں[88] ، ابکے تو میری آپا کا نصیبہ کھل جائے[89] ۔ میرے اللہ میں سو رکعت نفل تیری درگاہ میں پڑھونگی[90] ۔" حمیدہ نے فجر کی نماز[91] پڑھکر دعا مانگی ۔

صبح جب راحت بھائی[92] آئے تو کبریٰ پہلے ہی سے مچّھروں والی کوٹھری میں جا چھپی تھی ۔ جب سویّوں اور پراٹھوں کا ناشتہ کر کے بیٹھک میں چلے گئے تو دھیرے دھیرے نئی دلھن کی طرح پیر رکھتی[93] کبریٰ کوٹھری سے نکلی اور جھوٹے برتن اٹھالئے ۔

"لاؤ میں دھو دوں بی آپا[94] ۔" حمیدہ نے شرارت سے کہا ۔

"نہیں ۔" وہ شرم سے جھک گئی ۔

حمیدہ چھیڑتی رہی ، بی امّاں مسکراتی رہیں اور کریپ کے دوپٹّے میں لپّا ٹانکتی رہیں ۔ جس راستے کان کی لونگیں گئی تھیں اسی راستے پھول ، پتّہ اور چاندی کی پازیب بھی چل دی ۔ اور پھر ہاتھوں کی دو دو چوڑیاں بھی جو منجھلے ماموں نے

رنڈاپا اتارنے[95] پر دی تھیں - روکھی سوکھی[96] خود کھا کر آئے دن راحت کے لئے پراٹھے تلے جاتے - کوفتے ، بھنا پلاؤ مہکتے - خود سوکھا نوالا پانی سے اتار کر[97] وہ ہونے والے داماد کو گوشت کے لچھّے[98] کھلاتیں -

"زمانہ بڑا خراب ہے بیٹی -" وہ حمیدہ کو منہ پھلاتے دیکھ کر کہا کرتیں ، اور وہ سوچا کرتی - ہم بھوکے رہ کر "داماد" کو کھلا رہے ہیں - بی آپا صبح سویرے اٹھ کر جادو کی مشین کی طرح جٹ جاتی ہے - نہار منہ پانی کا گھونٹ پی کر راحت کے لئے پراٹھے تلتی ہے - دودھ اونٹاتی ہے تاکہ موٹی سی بالائی پڑے[99] - اس کا بس نہیں تھا[100] کہ وہ اپنی چربی نکال کر ان پراٹھوں میں بھر دے - اور کیوں نہ بھرے ، آخر کو[101] ایک دن وہ اس کا اپنا ہو جائے گا - جو کچھ کمائے گا اس کی ہتھیلی پر رکھ دے گا - پھل دینے والے پودے کو کون نہیں سینچتا ؟ پھر جب ایک دن پھول کھلیں گے اور پھلوں سے لدی ہوئی ڈالی جھکے گی تو یہ طعنہ دینے والیوں کے منہ پر کیسا جوتا پڑے گا[102] - اور اس خیال ہی سے میری بی آپا کے چہرے پر سہاگ کھل اٹھتا - کانوں میں شہنائیاں[103] بجنے لگتیں اور وہ راحت کے کمرے کو پلکوں سے جھاڑتیں - اس کے کپڑوں کو پیار سے تہ کرتیں جیسے وہ ان سے کچھ کہتے ہوں - وہ اس کے بدبودار چوہوں جیسے سڑے ہوئے موزے دھوتیں ، بساندی بنیان اور ناک سے لبڑے[104] ہوئے رومال صاف کرتیں - اس کے تیل میں چپچپاتے ہوئے تکئے کے غلاف پر "سوئیٹ ڈریم"[105] کاڑھتیں - پر معاملہ چاروں کونے چوکس نہیں بیٹھ رہا تھا[106] - راحت صبح انڈے پراٹھے ڈٹ کر جاتا[107] اور شام کو آ کر کوفتے کھا کر سو جاتا اور بی امّاں کی منہ بولی بہن حکیمانہ انداز میں کھسر پھسر کرتیں -

"بڑا شرمیلا ہے بیچارہ -" بی امّاں تاویلیں پیش کرتیں -

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے - پر بھئی کچھ تو پتہ چلے رنگ ڈھنگ سے ، کچھ آنکھوں سے -"[108]

"اے نوج[109] - خدا نہ کرے[110] میری لونڈیا آنکھیں لڑائے - اس کا آنچل بھی نہیں

دیکھا ہے کسی نے[111] -" بی اماں فخر سے کہتیں -

"اے تو پردہ[112] توڑوانے کو کون کہے[113] ہے -" بی آپا کے پکّے مہاسوں کو دیکھ کر انہیں بی اماں کی دوراندیشی کی داد[114] دینی پڑتی - "اے بہن ، تم تو سچ میں[115] بہت بھولی ہو - یہ میں کب کہوں ہوں[116] - یہ چھوٹی نگوڑی کون سی بکرید[117] کو کام آئیگی[118] -" وہ میری طرف دیکھکر ہنستیں - "اری او نک چڑھی ! بہنوئی سے کوئی بات چیت ، کوئی ہنسی مذاق[119] ؟ اونھ ، اری چل دیوانی -"

"اے تو میں کیا کروں خالہ ؟ "

"راحت میاں[120] سے بات چیت کیوں نہیں کرتی ؟ "

"بھیا[121] ہمیں تو شرم آتی ہے -"

"اے ہے[122] - وہ تجھے پھاڑ ہی تو کھائےگا نا ؟" بی اماں چڑھ کر بولتیں -

"نہیں تو - مگر ---" میں لاجواب ہوگئی - اور پھر مسکوٹ ہوئی - بڑی سوچ بچار کے بعد کھل کے کباب[123] بنائے گئے - آج بی آپا بھی کئی بار مسکرا پڑیں - چپکے سے بولیں -

"دیکھو ، ہنسنا نہیں - نہیں تو سارا کھیل بگڑ جائے گا -"

"نہیں ہنسوں گی -" میں نے وعدہ کیا -

"کھانا کھا لیجئے -" میں نے چوکی پر کھانے کی سینی رکھتے ہوئے کہا - پھر جو پٹّی کے نیچے رکھے ہوئے لوٹے سے ہاتھ دھوتے وقت[124] میری طرف سر سے پاؤں تک دیکھا تو میں بھاگی وہاں سے -

میرا دل دھک دھک کرنے لگا[125] - اللہ توبہ کیا خنّاس آنکھیں ہیں -

"جا نگوڑی ماری ، اری دیکھ تو سہی وہ کیسا منہ بناتا ہے - اے ہے سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا[126] -"

آپا بی[127] نے ایک بار میری طرف دیکھا - انکی آنکھوں میں التجا تھی ، لوٹی ہوئی براتوں کا غبار تھا اور چوتھی کے پرانے جوڑوں کی مانند اداسی - میں سر جھکائے پھر

کھمبے سے لگ کر کھڑی ہو گئی ۔

راحت خاموش کھاتے رہے ۔ میری طرف نہ دیکھا ۔ کھلی کے کباب کھاتے دیکھ کر مجھے چاہئے تھا کہ مذاق اڑاؤں ، قہقہہ لگاؤں کہ ،

"واہ جی واہ دولھا بھائی ۔[128] کھلی کے کباب کھا رہے ہو ۔"[129] مگر جانو کسی نے میرا نرخرہ دبوچ لیا ہو ۔

بی امّاں نے جل کر مجھے واپس بلا لیا[130] اور منہ ہی منہ میں مجھے کوسنے لگیں ۔ اب میں ان سے کیا کہتی کہ وہ تو مزے سے کھا رہا ہے کمبخت ۔

"راحت بھائی ، کوفتے پسند آئے ؟"[131] بی امّاں کے سکھانے پر میں نے پوچھا ۔

جواب ندارد ۔[132]

"بتائیے نا ؟"

"اری ٹھیک سے جا کر پوچھ ۔" بی امّاں نے ٹھوکا دیا ۔

"آپ نے لا کر دئیے اور ہم نے کھائے ۔ مزیدار ہی ہوں گے ۔"

"ارے واہ رے جنگلی ۔"[134] بی امّاں سے نہ رہا گیا ۔[133] "تمھیں پتہ بھی نہ چلا ۔ کیا مزے سے کھلی کے کباب کھا گئے ۔"

"کھلی کے ؟ ارے تو روز کاہے کے[135] ہوتے ہیں ؟ میں تو عادی ہو چلا ہوں کھلی اور بھونسہ کھانے کا ۔"

بی امّاں کا منہ اتر گیا ۔[136] بی آپا کی جھکی ہوئی پلکیں اوپر نہ اٹھ سکیں ۔ دوسرے روز بی آپا نے روزانہ سے دگنی سلائی کی اور پھر جب شام کو میں کھانا لیکر گئی تو بولے ۔

"کہئے آج کیا لائی ہیں ؟ آج تو لکڑی کے برادے کی باری ہے ۔"

"کیا ہمارے ہاں[137] کا کھانا آپ کو پسند نہیں آتا ؟" میں نے جل کر کہا ۔

"یہ بات نہیں ، کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے ۔ کبھی کھلی کے کباب تو کبھی بھوسے کی ترکاری ۔"

میرے تن بدن میں آگ لگ گئی[138] - ہم سوکھی روٹی کھاکے اسے ھاتھی کی خوراک[139] دیں - گھی ٹپکتے پراٹھے ٹھسائیں[140] - میری بی آپا کو جوشاندہ نصیب نہیں اور اسے دودھ ملائی نگلوائیں - میں بھنّا کر چلی آئی -

بی امّاں کی منھ بولی بہن کا نسخہ کام آ گیا اور راحت نے دن کا زیادہ حصّہ گھر ھی میں گزارنا شروع کر دیا - بی آپا تو چولھے میں جھکی رھتیں ، بی امّاں چوتھی کے جوڑے سیا کرتیں اور راحت کی غلیظ آنکھیں تیر بن کر میرے دل میں چبھا کرتیں -

بات بے بات چھیڑنا[141] ، کھانا کھلاتے وقت کبھی پانی تو کبھی نمک کے بہانے سے ، اور ساتھ ساتھ جملہ بازی - میں کھسیا کر بی آپا کے پاس جا بیٹھتی - جی چاھتا کسی دن صاف کہدوں کہ کس کی بکری اور کون ڈالے دانہ گھاس[142] - اے بی ، مجھ سے تمہارا یہ بیل نہ ناتھا جائے گا[143] - مگر بی آپا کے الجھے ھوے بالوں پر چولھے کی اڑتی ھوئی راکھ ! نہیں ! میرا کلیجہ دھک سے ھوگیا[144] - میں نے ان کے سفید بال لٹ کے نیچے چھپادئے - ناس جائے اس کمبخت نزلے کا[145] ، بیچاری کے بال پکنے شروع ھوگئے -

راحت نے پھر کسی بہانے سے مجھے پکارا -

"انھ -" میں جل گئی - پر بی آپا نے کٹی ھوئی مرغی کی طرح[146] جو پلٹ کر دیکھا تو مجھے جانا ھی پڑا -

"آپ ھم سے خفا ھو گئیں ؟" راحت نے پانی کا کٹورہ لے کر میری کلائی پکڑ لی - میرا دم نکل گیا اور بھاگی تو ھاتھ جھٹک کر -

"کیا کہہ رھے تھے ؟" بی آپا نے شرم و حیا سے گھٹی ھوئی آواز میں کہا - میں چپ چاپ انکا منہ تکنے لگی -

"کہہ رھے تھے ، کس نے پکایا ھے کھانا ؟ واہ واہ ، جی چاھتا ھے کھاتا ھی چلا جاؤں - پکانے والی کے ھاتھ کھا جاؤں ---- اوہ نہیں ---- کھا نہیں جاؤں بلکہ چوم لوں[147] -" میں نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا اور بی آپا کا کھردرا ، ھلدی دھنیا کی بساند میں سڑا ھوا ھاتھ اپنے ھاتھ سے لگا لیا - میرے آنسو نکل

آئے - "یہ ہاتھ -" میں نے سوچا - "جو صبح سے شام تک مسالہ پیستے ہیں ، پانی بھرتے ہیں ، پیاز کاٹتے ہیں ، بستر بچھاتے ہیں ، جوتے صاف کرتے ہیں ، یہ بےکس غلام صبح سے شام تک جٹے ہی رہتے ہیں - انکی بیگار کب ختم ہوگی ؟ کیا ان کا کوئی خریدار نہ آئے گا ؟ کیا انہیں کبھی کوئی پیار سے نہ چومے گا ؟ کیا ان میں کبھی مہندی نہ رچے گی ؟[148] کیا ان میں کبھی سہاگ کا عطر نہ بسے گا ؟ " جی چاہا زور سے چیخ پڑوں -

"اور کیا کہہ رہے تھے ؟ " بی آپا کے ہاتھ تو اتنے کھردرے تھے پر آواز اتنی رسیلی اور میٹھی تھی کہ اگر راحت کے کان ہوتے تو ---- مگر راحت کے کان تھے نہ ناک ، بس دوزخ جیسا پیٹ تھا -[149]

"اور کہہ رہے تھے ، اپنی بی آپا سے کہنا کہ اتنا کام نہ کیا کریں اور جوشاندہ پیا کریں -"

"چل جھوٹی -"

"ارے واہ ، جھوٹے ہونگے آپ کے وہ ----"[150]

"اری چپ مردار -"[151] انھوں نے میرا منہ بند کر دیا -

"دیکھ تو سوئٹر بن گیا ہے ، انہیں دے آ - پر دیکھ تجھے میری قسم[152] میرا نام نہ لیجیو -"[153]

"نہیں بی آپا - انہیں نہ دو وہ سوئٹر - تمھاری ان مٹھی بھر ہڈیوں کو سوئٹر کی کتنی سخت ضرورت ہے -" میں نے کہنا چاہا پر نہ کہہ سکی -

"آپا بی ، تم خود کیا پہنوگی ؟ "

"ارے مجھے کیا ضرورت ہے - چولھے کے پاس ویسے ہی جھلسن رہتی ہے -"

سوئٹر دیکھ کر راحت نے اپنی ایک ابرو شرارت سے اوپر تان کر کہا -

"کیا یہ سوئٹر آپ نے بنا ہے ؟ "

"نہیں تو -"

"تو بھئی ہم نہیں پہنیں گے -"

میرا جی چاہا کہ اس کا منھ نوچ لوں - کمینے ، مٹّی کے تھودے[154] - یہ سوئٹر ان ہاتھوں نے بنا ہے جو جیتے جاگتے[155] غلام ہیں - اس کے ایک ایک پھندے میں کسی نصیبوں جلی کے ارمانوں کی گردنیں پھنسی ہوئی ہیں - یہ ان ہاتھوں کا بنا ہوا ہے جو ننّھے پنگورے جھلانے کے لئے بنائے گئے ہیں - ان کو تھام لو گدھے کہیں کے[156] اور یہ دو پتوار بڑے سے بڑے طوفان کے تھپیڑوں سے تمہاری زندگی کی ناؤ کو بچا کر پار لگا دیں گے - یہ ستار پر گت نہ بجا سکیں گے - منی پوری اور بھارت ناٹیم کے مدرا نہ دکھا سکیں گے - انہیں پیانو پر رقص کرنا نہیں سکھایا گیا - انہیں پھولوں سے کھیلنا نہیں نصیب ہوا - مگر یہ ہاتھ تمہارے جسم پر چربی چڑھانے کے لئے صبح سے شام تک سلائی کرتے ہیں - صابن اور سوڈے میں ڈبکیاں لگاتے ہیں - چولھے کی آنچ سہتے ہیں - تمہاری غلاظتیں دھوتے ہیں تاکہ تم اجلے چٹّے بگلا بھگتی[157] کا ڈھونگ رچائے رہو - محنت نے ان میں زخم ڈال دئے ہیں - ان میں کبھی چوڑیاں نہیں کھنکتیں - انہیں کبھی کسی نے پیار سے نہیں تھاما -

مگر میں چپ رہی - بی امّاں کہتی ہیں میرا دماغ تو میری نئی نئی سہیلیوں نے خراب کر دیا[158] ہے - وہ مجھے کیسی نئی نئی باتیں بتایا کرتی ہیں - کیسی، ڈراؤنی ، موت کی باتیں ، بھوک اور کال کی باتیں - دھڑکتے ہوئے دل کے ایک دم چپ ہو جانے کی باتیں -

"یہ سوئٹر تو آپ ہی پہن لیجئے - دیکھئے نا آپ کا کرتا کتنا باریک ہے -"

جنگلی بلّی کی طرح میں نے اس کا منھ ، ناک ، گریباں اور بال نوچ ڈالے اور اپنی پلنگڑی پر جا گری - بی آپا نے آخری روٹی ڈال کر جلدی جلدی تسلے میں ہاتھ دھوئے اور آنچل سے پونچھتی میرے پاس آ بیٹھیں -

"وہ بولے ؟" ان سے نہ رہا گیا[159] تو دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا -

"بی آپا ! یہ راحت بھائی بڑے خراب آدمی ہیں -" میں نے سوچا میں آج سب

کچھ بتادونگی ۔

"کیوں ؟" وہ مسکرائیں ۔

"مجھے اچّھے نہیں لگتے ---- دیکھئے میری ساری چوڑیاں چورہ ہو گئیں ۔" میں نے کانپتے ہوئے کہا ۔

"بڑے شریر ھیں ۔" انھوں نے رومانٹک[160] آواز میں شرما کر کہا ۔

"بی آپا ---! سنو بی آپا ، یہ راحت اچّھے آدمی نہیں ۔" میں نے سلگ کر کہا ۔ "آج میں بی امّاں سے کہدونگی ۔"

"کیا ہوا ؟" بی امّاں نے جائنماز بچھاتے ہوئے کہا ۔

"دیکھو میری چوڑیاں بی امّاں ۔"

"راحت نے توڑ ڈالیں !" بی امّاں مسرّت سے چہک کر بولیں ۔

"ھاں ۔"

"خوب کیا ۔ تو اسے ستاتی بھی تو بہت ھے ۔ اے ھے تو دم کاھے کو نکل گیا ۔ بڑی موم کی بنی ہوئی ہو کہ ھاتھ لگایا اور پگھل گئیں ۔" پھر چمکار کر بولیں ۔ "تو بھی چوتھی میں بدلہ[161] لے لیجو[162] ۔ وہ کسر نکالیو[163] کہ یاد ھی کریں میاں جی[164] ۔" یہ کہہ کر انھوں نے نیّت[165] باندھ لی ۔

منہ بولی بہن سے پھر کانفرنس[166] ہوئی اور معاملات کو امّید افزا راستے پر گامزن دیکھ کر ازحد خوشنودی[167] سے مسکرایا گیا ۔

"اے ھے تو تو بڑی ھی ٹھس ھے ۔ اے ہم تو اپنے بہنوئیوں کا خدا کی قسم ناک میں دم کر دیا کرتے تھے ۔"

اور وہ مجھے بہنوئیوں سے چھیڑ چھاڑ کے ھتکنڈے بتانے لگیں کہ کس طرح انھوں نے صرف چھیڑ چھاڑ کے تیر بہدف نسخے سے ان دو میری بہنوں کی شادی کرائی جن کی ناؤ پار لگنے کے سارے موقعے ھاتھ سے نکل چکے تھے ۔ ایک تو ان میں سے حکیم جی تھے ۔ جہاں بیچارے کو لڑکیاں بالیاں چھیڑتیں ، شرمانے لگتے اور شرماتے شرماتے

اختلاج کے دورے پڑنے لگتے - اور ایک دن ماموں صاحب سے کہدیا کہ مجھے غلامی میں لے لیجئے[168] -

دوسرے وائسرائے کے دفتر میں کلرک تھے - جہاں سنا کہ باہر آئے ہیں ، لڑکیاں چھیڑنا شروع کردیتی تھیں - کبھی گلوریوں میں مرچیں بھر کے بھیجدیں ، کبھی سوئیّوں میں نمک ڈال کر کھلا دیا -

"اے لو ، وہ تو روز آنے لگے[170] - آندھی آئے پانی آئے کیا مجال[169] جو وہ نہ آئیں - آخر ایک دن کہلوا ہی دیا - اپنے ایک جان پہچان والے سے کہا کہ انکے ہاں شادی کرادو - پوچھا کہ "بھئی کس سے" تو کہا - "کسی سے بھی کرادو - " اور خدا جھوٹ نہ بلائے[171] تو بڑی بہن کی صورت تھی کہ دیکھو تو جیسے بیچا چلا آتا ہے - چھوٹی تو بس سبحان اللہ - ایک آنکھ پورب تو دوسری پچّھم[172] - پندرہ تولے سونا دیا ہے باپ نے اور بڑے صاحب کے دفتر میں نوکری الگ دلوائی -"

"ہاں بھئی ، جس کے پاس پندرہ تولے سونا ہو اور بڑے صاحب کے دفتر کی نوکری اسے لڑکا ملتے کیا دیر لگتی ہے -" بی امّاں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا -

"یہ بات نہیں ہے بہن - آج کل کے لڑکوں کا دل بس تھالی کا بیگن[173] ہوتا ہے - جدھر جھکا دو ادھر ہی لڑھک جائے گا -"

مگر راحت تو بیگن نہیں اچّھا خاصا پہاڑ ہے - جھکاؤ دینے پر کہیں میں[174] ہی نہ پس جاؤں ، میں نے سوچا - پھر میں نے آپا کی طرف دیکھا - وہ خاموش دہلیز پر بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھیں اور سب کچھ سنتی جا رہی تھیں - ان کا بس چلتا تو زمین کی چھاتی پھاڑ کر اپنے کنوار پنے کی لعنت سمیت اس میں سما جاتیں -

"کیا میری آپا مرد کی بھوکی ہے ؟ نہیں وہ بھوک کے احساس سے پہلے ہی سہم چکی ہے - مرد کا تصوّر اس کے ذہن میں ایک امنگ بن کر نہیں ابھرا بلکہ روٹی کپڑے کا سوال بن کر ابھرا ہے - وہ ایک بیوہ کی چھاتی کا بوجھ ہے - اس بوجھ کو ڈھکیلنا ہی ہو گا -"

مگر اشاروں کنایوں کے باوجود راحت میاں نہ تو خود منہ سے پھوٹے اور نہ ان کے گھر ہی سے پیغام آیا[175] - تھک ہار کر بی امّاں نے پیروں کے توڑے گروی رکھ کر پیر مشکل کشا کی نیاز دلا ڈالی[176] - دوپہر بھر محلّے ٹولے کی لڑکیاں صحن میں اودھم مچاتی رہیں - بی آپا شرمائی لجائی مچھّروں والی کوٹھری میں اپنے خون کی آخری بوندیں چوسانے کو جا بیٹھیں - بی امّاں کمزوری میں اپنی چوکی پر بیٹھی چوتھی کے جوڑے میں آخری ٹانکے لگاتی رہیں - آج ان کے چہرے پر منزلوں کے نشان تھے - آج مشکل کشائی ہو گی - بس آنکھوں کی سوئیاں[177] رہ گئی ہیں - وہ بھی نکل جائیں گی - آج ان کی جھرّیوں میں پھر مشعلیں تھرتھرا رہی تھیں - بی آپا کی سہیلیاں انکو چھیڑ رہی تھیں - اور وہ خون کی بچی کھچی بوندوں کو تاؤ میں لا رہی تھیں[178] - آج کئی روز سے ان کا بخار نہیں اترا تھا - تھکے ہارے دیے کی طرح ان کا چہرہ ایک بار ٹمٹاتا اور پھر بجھ جاتا - اشارے سے انھوں نے مجھے اپنے پاس بلایا - اپنا آنچل ہٹا کر نیاز کے ملیدے کی طشتری مجھے تھمادی -

"اس پر مولوی صاحب نے دم کیا ہے -" انکی بخار سے دھکتی ہوئی گرم گرم سانس میرے کان میں لگی -

طشتری لے کر میں سوچنے لگی - مولوی صاحب نے دم کیا ہے - یہ مقدّس ملیدہ اب راحت کے تندور میں جھونکا جائے گا - وہ تندور جو چھ مہینے سے ہمارے خون کی چھینٹوں سے گرم رکھا گیا - یہ دم کیا ہوا ملیدہ مراد برلائے گا - میرے کانوں میں شادیانے بجنے لگے - میں بھاگی بھاگی کوٹھے سے برات دیکھنے جا رہی ہوں - دولھا کے منہ پر لمبا سا سہرہ پڑا ہے جو گھوڑے کی ایالوں کو چوم رہا ہے ---- چوتھی کا شہابی جوڑا پہنے ، پھولوں سے لدی ، شرم سے نڈھال ، آہستہ آہستہ قدم تولتی ہوئی بی آپا چلی آرہی ہیں ---- چوتھی کا زرتار جوڑا جھلمل کر رہا ہے - بی امّاں کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا ہے ---- بی آپا کی حیا سے بوجھل آنکھیں ایک بار اوپر اٹھتی ہیں - شکریے کا ایک آنسو ڈھلک کر افشاں کے ذرّوں میں قمقمے کی

طرح الجھ جاتا ھے ۔

"یہ سب تیری ھی محنت کا پھل ھے ۔" بی آپا کی خاموشی کہہ رھی ھے ---- حمیدہ کا گلا بھر آیا ۔

"جاؤ نا میری بہنو ۔" 179 بی آپا نے اسے جگا دیا اور وہ چونک کر اوڑھنی کے آنچل سے آنسو پونچھتی ڈیوڑھی کی طرف بڑھی ۔

"یہ ---- یہ ملیدہ ۔" اس نے اچھلتے ھوئے دل کو قابو میں رکھتے ھوئے کہا ۔ اس کے پیر لرز رھے تھے جیسے وہ سانپ کی بانبی میں گھس آئی ھو ۔ اور پھر پہاڑ کھسکا ---- راحت نے منہ کھول دیا ۔ وہ ایک قدم پیچھے ھٹ گئی ۔ مگر دور کہیں بارات کی شہنائیوں نے چیخ لگائی جیسے کوئی ان کا گلا گھونٹ رھا ھو ۔ کانپتے ھاتھوں سے مقدّس ملیدے کا نوالہ بنا کر اس نے راحت کے منہ کی طرف بڑھا دیا ۔

ایک جھٹکے سے اس کا ھاتھ پہاڑ کی کھوہ میں ڈوبتا چلا گیا ، نیچے تعفّن اور تاریکی کے اتھاہ غار کی گہرائیوں میں ۔ اور ایک بڑی سی چٹان نے اسکی چیخ کو گھونٹ دیا ۔ نیاز کے ملیدے کی رکابی ھاتھ سے چھوٹ کر لالٹین کے اوپر گری اور لالٹین نے زمین پر گر کر دو چار سسکیاں بھریں اور گل ھو گئی ۔ باھر آنگن میں محلّے کی بہو بیٹیاں مشکل کشا کی شان میں گیت گارھی تھیں ۔

صبح کی گاڑی سے راحت مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا 180 ھوا روانہ ھوگیا ۔ اس کی شادی کی تاریخ طے ھوچکی تھی اور اسے جلدی تھی ۔

اس کے بعد اس گھر میں کبھی انڈے نہ تلے گئے ، پراٹھے نہ سکے اور سوئٹر نہ بنے گئے ۔ دق نے جو ایک عرصہ سے بی آپا کی تاک میں بھاگی پیچھے پیچھے آرھی تھی ایک ھی جست میں انھیں دبوچ لیا ۔ اور انھوں نے چپ چاپ اپنا نامراد وجود اسکی آغوش میں سونپ دیا ۔

اور پھر اسی سہ دری میں چوکی پر صاف ستھری جازم بچھائی گئی - محلّے کی بہو بیٹیاں جڑیں[181] - کفن کا سفید سفید لٹّھا ، موت کے آنچل کی طرح بی امّاں کے سامنے پھیل گیا - تحمّل کے بوجھ سے ان کا چہرہ لرز رہا تھا - بائیں ابرو پھڑک رہی تھی - گالوں کی سنسان جھرّیاں بھائیں بھائیں کر رہی تھیں ، جیسے ان میں لاکھوں اژدھے پھنکار رہے ہوں -

لٹّھے کی کان نکال کر انھوں نے چوپرتہ کیا ، اور انکے دل میں ان گنت قینچیاں چل گئیں - آج ان کے چہرے پر بھیانک سکون اور ہرا بھرا اطمینان تھا - جیسے انھیں پکّا یقین ہو کہ دوسرے جوڑوں کی طرح چوتھی کا یہ جوڑا سینتا نہ جائے گا -

ایک دم سہ دری میں بیٹھی لڑکیاں بالیاں میناؤں کی طرح چہکنے لگیں - حمیدہ ماضی کو دور جھٹک کر ان کے ساتھ جا ملی - لال ٹول پر ---- سفید گزی کا نشان ! اس کی سرخی میں نہ جانے کتنی معصوم دلہنوں کا سہاگ رچا ہے اور سفیدی میں کتنی نامراد کنواریوں کے کفن کی سفیدی ڈوب کر ابھری ہے - اور پھر سب ایک دم خاموش ہو گئے - بی امّاں نے آخری ٹانکہ بھر کے ڈورہ توڑ لیا - دو موٹے موٹے آنسو ان کے روئی جیسے نرم گالوں پر دھیرے دھیرے رینگنے لگے - ان کے چہرے کی شکنوں میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ نکلیں اور وہ مسکرا دیں - جیسے آج انھیں اطمینان ہو گیا کہ انکی کبریٰ کا سوا جوڑا[182] بن کر تیّار ہو گیا ہو اور کوئی دم میں شہنائیاں بج اٹھیں گی -

(عصمت چغتائی)